© rasailojaraid.com



# علامہ سید سلیمان ندویؒ اور تحریک اہل حدیث

عبدالرشید عراقی

علامہ سید سلیمان ندوی علم کا ایک بحر ذخار تھے اور اپنے دور کے اردو زبان کے سب سے بڑے مصنف اور ادیب تھے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر ضخیم کتابیں لکھیں اور سارے ملک سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان کی تصانیف میں سیرۃ النبی ﷺ، ارض القرآن، سیرت عائشہؓ، خیام، نقوش سلیمانی اور حیات شبلی بہت مشہور ہیں۔

سیرت عائشہؓ جب شائع ہوئی تو علامہ اقبال کے پاس پہنچی تو انہوں نے سید صاحب کو لکھا:

> سیرت عائشہؓ کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ یہ ہدیہ سلیمانی نہیں سرمہ سلیمانی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے میرے علم میں بہت مفید اضافہ ہوا خدائے تعالی جزائے خیر دے۔ (اقبال نامہ ص ۱۱۳)

ادبی تصانیف میں سید صاحب کی کتاب "خیام" ایک علمی و تحقیقی کتاب ہے او سید صاحب نے بڑی محنت اور تحقیق سے یہ کتاب لکھی اور اس پر کئی سال صرف کر دیئے۔ علامہ اقبال کے مطالعہ میں جب یہ کتاب آئی تو سید صاحب کو ایک خط میں لکھا:

> عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر اب کوئی مشرقی اور مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا۔ (ایضا صفحہ ۳۴۵)

علامہ سید سلیمان ندوی جامع العلوم تھے۔ آپ نے بے شمار دینی، مذہبی، تاریخی، ادبی، تحقیقی، شعری و تنقیدی مقالات، الندوہ لکھنؤ، الہلال کلکتہ اور معارف اعظم گڑھ میں لکھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی کی ذات میں اللہ تعالی نے بیک وقت گوناگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اوصاف جمع کر دیئے تھے۔ آپ متنوع الصفات اور مختلف الکمالات شخصیت کے حامل تھے۔ وہ بیک وقت مورخ بھی تھے اور محقق بھی، متکلم بھی تھے اور فلسفی بھی، فقیہ بھی تھے اور محدث بھی، ادیب بھی تھے اور شاعر بھی، جونی بھی تھے اور معلم بھی، نقاد بھی اور نعت نویس بھی غرض ان کی قلم کی جولانیوں سے کوئی میدان بھی محروم نہیں رہا۔ ادب و تنقید کا میدان ہو یا تاریخ و سیر کا سیاسی موضوعات ہوں یا دقیق علمی بحث، ہر موضوع پر ہر وقت ان کا اشب قلم یکساں جولانی دکھاتا تھا۔

## خاندان

علامہ سید سلیمان ندوی کا خاندان علم و فضل، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت اور تہذیب و شائستگی میں بڑا ممتاز تھا۔ ان کے بڑے بھائی سید ابو حبیب مولانا حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری کے شاگرد تھے اور ان کے اثر سے پورا خاندان توحید و سنت کا دلدادہ تھا اور اس خاندان پر مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کا بڑا اثر ہوا۔

مولانا ابو علی اثری مرحوم لکھتے ہیں کہ سید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ :

> تقویہ الایمان پہلی کتاب تھی جس نے پہلے دین حق کی باتیں سکھائیں۔ وہ ایسی جڑ پکڑ گئیں کہ اثنائے تعلیم، مطالعہ کتب میں کتنی آندھیاں آئیں۔ خیالات کے طوفان آئے مگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں۔ علم کلام کے مسائل، اشاعرہ و معتزلہ کے نزاعات، غزالی اور ان کے دلائل یکے بعد دیگرے نگاہوں سے گزرے مگر مولانا اسماعیل شہید کی تلقین اپنی جگہ قائم رہی۔ (سید سلیمان ندوی ص ۱۹۵)

## مدرسہ احمدیہ آرہ

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ ھ) کے شاگرد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مولانا محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۲۲ ھ) تھے۔ انہوں نے آرہ میں مدرسہ احمدیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کی تھی۔ جس کے بارے میں مولوی ابو یحیٰ امام خاں نوشہروی نے لکھا ہے کہ اس مدرسہ کی حیثیت ایک یونیورسٹی کی تھی۔ اور اس مدرسہ میں ممتاز علمائے حدیث مولانا عبد اللہ غازی پوری اور کئی دوسرے علمائے کرام نے تدریسی خدمات سرانجام دی تھیں۔ اور سید صاحب خود اس مدرسہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین کی مسند درس بچھی تھی اور جوق در جوق طالبعین حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درسگاہ کا رخ کر رہے تھے۔ ان کی درسگاہ سے جو نامور علماء اٹھے۔ ان میں ایک نامور عالم مولانا محمد ابراہیم آوری تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ (تراجم علمائے حدیث ص ۳۶)

سید صاحب کے والد حکیم سید ابو الحسنؒ سید سلیمان ندوی کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرانا چاہتے تھے۔ لیکن مقدر میں کسی اور مدرسہ کی تعلیم و تربیت تھی۔ اس لئے سید سلیمان ندوی مدرسہ احمدیہ نہ جا سکے اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہو گئے۔

## ندوۃ العلماء لکھنؤ

علامہ سید سلیمان ندوی ۱۹۰۱ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے اور پانچ سال میں علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ شبلی نعمانی، مولانا فاروق چڑیا کوٹی اور مولانا حفیظ اللہ اعظمی قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں سید صاحب نے سند فراغت حاصل کی اور فراغت کے بعد علامہ شبلی نے آپ کو ندوۃ العلماء کے آرگن الندوہ کا سب ایڈیٹر مقرر کر دیا اور سید صاحب نے الندوہ میں علمی و تحقیقی مضامین لکھ کر اپنے جامع الفنون ہونے اور تحریری سلیقہ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ثبوت دیا اور سید صاحب ۱۹۱۲ء تک مختلف وقفوں میں الندوہ کے سب ایڈیٹر رہے۔

## الہلال کلکتہ

جولائی ۱۹۱۲ء میں مولانا ابو الکلام آزاد نے کلکتہ سے الہلال جاری کیا۔ الہلال نے برصغیر کی ملکی اور اسلامی سیاست میں قابل قدر کردار ادا کیا ہے۔ اپنے سیاسی مسلک سے ہم آہنگ پاکر سید صاحب مئی ۱۹۱۳ء میں الہلال کی مجلس ادارت میں شامل ہو گئے۔ اور ۶ ماہ بعد الہلال سے مستعفی ہو کر دکن کالج میں فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہو گئے۔

## دارالمصنفین اعظم گڑھ

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی زندگی میں دار المصنفین کا خاکہ تیار کر لیا تھا۔ مگر اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے اور ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو انتقال کر گئے۔ علامہ شبلی نعمانی نے سید صاحب کو وصیت کی کہ میرے بعد ایک تو سیرۃ النبی ﷺ کی تکمیل کرنا اور دوسرا کام دارالمصنفین قائم کرنا۔

سید صاحب نے پہلی وصیت پر علامہ شبلی کے انتقال کے ۸ ماہ بعد مولانا عبد السلام ندوی کے علمی اشتراک اور مولانا مسعود علی ندوی کے انتظامی تعاون سے دارالمصنفین اعظم گڑھ میں قائم کر دیا اور اپنی مشہور تصنیف ارض القرآن کی پہلی جلد کی اشاعت سے دارالمصنفین کے تصنیفی کام کا آغاز کیا۔

جولائی ۱۹۱۶ء کو دارالمصنفین کے علمی آرگن کے طور پر رسالہ "معارف" جاری کیا۔ جس کی ضیاء پاشی سے دنیائے علم آج تک روشن ہے۔

## علمی مشاغل

علامہ سید سلیمان ندوی کی ساری زندگی بڑی مصروف گزری ہے۔ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری ہے۔ ماہنامہ معارف بھی ہر ماہ باقاعدگی سے ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ادارت سے شائع ہو رہا ہے۔ مختلف شہروں میں دینی، ادبی اور سیاسی اجلاسوں کی صدارت بھی کر رہے ہیں اور ان میں خطبہ صدارت بھی ارشاد فرما رہے ہیں اور کئی اجلاسوں میں زبانی تقریر کر رہے ہیں اور کئی اجلاسوں میں علمی و تحقیقی مقالے پڑھ رہے ہیں۔

## تصنیفات

سید صاحب نے بے شمار علمی و تحقیقی، ادبی و تنقیدی، تاریخی و سیاسی مقالات لکھے۔ جو الندوہ لکھنؤ، الہلال کلکتہ اور معارف اعظم گڑھ میں شائع ہوئے۔ آپ نے جو علمی و تحقیقی، ادبی و تنقیدی اور تاریخی کتابیں لکھیں ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

لغات جدیدہ ۔۔۔ ارض القرآن ۔۔۔ سیرۃ النبی ﷺ جلد سوم تا ہفتم ۔۔۔ سیرت عائشہؓ ۔۔۔ خطبات مدراس ۔۔۔ حیات امام مالک ۔۔۔ عربوں کی جہاز رانی ۔۔۔ عرب و ہند کے تعلقات ۔۔۔ خیام ۔۔۔ نقوش سلیمانی ۔۔۔ رحمت عالم ۔۔۔ حیات شبلی ۔۔۔ برید فرنگ ۔۔۔ یاد رفتگان ۔۔۔ مسلمان خواتین کی بہادری ۔۔۔ مقالات سلیمان ۔۔۔ مکتوبات سلیمانی۔

## آخری دور

علامہ سید سلیمان ندوی ۱۹۱۵ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ اور جون ۱۹۴۶ء تک دارالمصنفین سے تعلق خاص رہا۔ جون ۱۹۴۶ء میں بھوپال کے امیر جامعہ اور قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ لیکن دارالمصنفین سے تعلق ختم نہیں کیا۔ اگست ۱۹۴۹ء حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں حجاز سے واپسی ہوئی اور اپریل ۱۹۵۲ء میں بھوپال سے تعلقات منقطع کرکے دارالمصنفین اعظم گڑھ تشریف لے گئے۔ مگر دارالمصنفین کے حالات کچھ اس طرح کے ۔ ۔ ۔ ب ان کا وہاں قیام کرنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سید صاحب جون ۱۹۵۰ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ حکومت پاکستان نے ان کی تشریف آوری کا خیر مقدم کیا۔ آپ کو اسلامی تعلیمات بورڈ کا صدر مقرر کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ۳۳ علمائے کرام کا ایک بورڈ حکومت پاکستان نے بسلسلہ قانون سازی قائم کیا تھا اس کا بھی سید صاحب کو صدر بنایا گیا۔

اب سید صاحب کی صحت دن بدن گر رہی تھی۔ علم و فضل کے آفتاب نے ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء بمطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ ۷۱ سال کی عمر میں کراچی میں انتقال کیا۔ انا للہ و انا علیہ راجعون

## علامہ سید سلیمان ندوی کا مسلک

علامہ سید سلیمان ندوی کا خاندان توحید و سنت کا شیدائی تھا۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان کا اس خاندان پر بڑا اثر تھا۔ خود سید سلیمان بھی تقویۃ الایمان سے بہت متاثر تھے۔ اس لئے سید صاحب سلفی الذہن تھے۔ حدیث سے ان کے شغف کے بارے مین مولانا ابو علی اثری نے ان کے دو واقعات لکھے ہیں۔ مولانا ابو علی اثری لکھتے ہیں :

1 سید صاحب کا ندوہ میں طالب علمی کا آخری سال تھا۔ صحیح بخاری شروع ہو چکی تھی۔ ان کے ہم سبق غالیوں میں کچھ غالی حنفی تھے اور کچھ مائل بہ حدیث' سید صاحب کا شمار دوسرے گروہ میں تھا۔ درس کے وقت دونوں گروہوں کے لڑکے ہر روز سبق میں الجھتے۔ اور سوال و جواب کرتے اور حلقہ درس سے اٹھ کر اپنے دعاوی کے ثبوت کے لئے کتابوں کی طرف مراجعت کرتے تھے اور اپنے مذاق کے مطابق امام طحاوی اور حافظ عینی کا سہارا ڈھونڈتے تھے اور خود سید صاحب اور ان کے ساتھی حافظ ابن حجر کی فتح الباری کا۔ اسی فتح الباری اور اس کے مقدمہ کے مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مولانا عبد السلام مبارکپوری کی سیرۃ البخاری عالم وجود میں نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



آئی تھی۔ اس کے بہت عرصہ بعد جب سیرۃ البخاری شائع ہوئی اور ریویو کے لئے سید صاحب کے پاس آئی تو باوجود کہ اس میں کہیں کہیں ان کے استاد مولانا شبلی پر طعن و تعریض ہے۔ معارف میں بہت حوصلہ افزا ریویو لکھا۔ اگر مولانا عبد السلام نے اس کو نہ لکھا ہوتا تو عجب کیا ہے کہ سید صاحب اس پر قلم اٹھاتے اور ان کا امام بخاری پر مضمون بڑھ کر حیات امام مالک کی طرح ایک کتاب بن جاتا۔

(سید سلیمان ندوی ص ۱۹۷)

مولانا ابو علی اثری لکھتے ہیں کہ:

2 ایک مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولانا وصی اللہ فتح پوری سید صاحب سے ملنے دارالمصنفین تشریف لائے اور مختلف مسائل پر گفتگو شروع ہوئی تو سید صاحب نے فرمایا آپ لوگ حدیثوں کو پڑھتے نہیں کھیلتے ہیں۔

سید صاحب کے اس فقرے سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حدیث سے آپ کو کس قدر شغف تھا اور کتب حدیث کے جمع کرنے کا بھی شوق سید صاحب کو بہت تھا۔ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں مولانا شمس الحق تھانوی عظیم آبادی کی عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد موجود نہیں تھی اور اس کی تلاش ان کو بڑی تھی۔ ان کو پتہ چلا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے تجارتی کتب خانہ میں موجود ہے تو وہاں سے ۸۰ روپے میں خرید کر منگوائی۔

(سید سلیمان ندوی ص ۱۹۸)

## مولانا اشرف علی تھانوی کے حلقہ ارادت میں

۱۹۴۳ء میں ان کی زندگی میں ایک اہم موڑ آیا۔ اور ان میں ایک عظیم روحانی انقلاب آیا اور اس وقت مولانا سید سلیمان ندوی صرف برصغیر میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک بلند پایہ مفسر' ایک تبحر عالم' ایک جلیل القدر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



متکلم' ایک دقیقہ سنج فقیہ' ایک بے مثل ادیب' ایک وسیع النظر مورخ' ایک اچھے سیاسی مفکر' سیرت نگار' محقق' نقاد' دانشور' شاعر اور وسیع المطالعہ عالم اور خطیب مقرر کی حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے۔

مولانا اشرف علی کے آستانہ پر لے جانے میں مولانا عبد الماجد دریا آبادی کا سب سے زیادہ ہاتھ تھا۔ اس کے بعد سید صاحب کی زندگی میں عظیم انقلاب آ گیا۔ زہد و ورع کا رنگ پیدا ہو گیا۔ عبادت و ریاضت بڑھ گئی اور ذکر و فکر کی طرف بھی توجہ دینے لگے۔ اپنی اس تبدیلی پر ایک مضمون معارف میں جنوری ۱۹۴۳ء میں "رجوع و اعتراف" کے عنوان سے لکھا۔

## تحریک اہلحدیث

۱۹۳۸ء / ۱۳۵۷ھ میں تحریک اہلحدیث کے بارے میں سید صاحب نے لکھا:

> اہلحدیث کے نام سے ملک میں اس وقت جو تحریک جاری ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ جس تحریک کو لے کر اٹھے تھے۔ وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہیں تھے بلکہ امامت کبری' توحید خالص اور اتباع نبی ﷺ کی بنیادی تعلیمات تھیں۔

بہرحال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک ہمارے دور ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی۔ وہ بھی ہمارے لئے بجائے مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استعمال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔ قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا۔ حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی۔ (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



غلطیاں بھی ہوئی ہوں) لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبوی کا جو جذبہ گم ہو گیا تھا وہ سالہا سال تک کے لئے دوبارہ پیدا ہو گیا۔ مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جا رہا ہے ------ اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا رنگ طبیعتوں سے دور رہا اور جو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خوبی پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدائت کے اصلی سرچشمہ مصفا کی طرف واپسی ہوئی۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ۳۵ ۔ ۳۷)

## علامہ سید سلیمان ندوی اور علمائے اہلحدیث

مولانا سید سلیمان ندوی نے علمائے اہلحدیث کی تصنیفی و تدریسی خدمات کا تذکرہ بہت اچھے انداز سے کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ علمائے اہلحدیث کی علمی خدمات کا بھی اعتراف کیا ہے۔

سید صاحب لکھتے ہیں :

> علمائے اہل حدیث کی تدریس و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علمائے اہل حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے اور دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی مسند درس بچھی تھی۔ اور جوق در جوق طالبین حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درسگاہ کا رخ کر رہے تھے۔ ان کی درسگاہ سے جو نامور اٹھے ان میں سے ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔

اس درسگاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق مرحوم صاحب عون المعبود تھے۔ جنہوں نے کتب حدیث کی جمع اور اشاعت کو اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔

اس درسگاہ کے تیسرے نامور حافظ عبد اللہ غازی پوری ہیں جنہوں نے درس و تدریس کے ذریعے خدمت کی اور کہا جا سکتا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔

اس درسگاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع اعظم گڑھ میں مولانا عبدالرحمان مرحوم مبارکپوری تھے۔ جنہوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ ساتھ جامع ترمذی کی شرح تحفة الاحوزی (عربی) لکھی۔ (تراجم علمائے حدیث ص ۳۶)

مولانا سید سلیمان ندوی کے جن ممتاز علمائے اہلحدیث سے بہت اچھے تعلقات تھے ان سے جو ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اور جن علمائے اہل حدیث نے ان کی زندگی میں انتقال کیا۔ ان کے متعلق اپنے تاثرات معارف میں لکھے اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ ان علمائے اہلحدیث کے نام یہ ہیں :

۱۔ مولانا عبد الرحمان مبارکپوریؒ

۲۔ مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوریؒ

۳۔ مولانا عبد السلام مبارکپوریؒ

۴۔ مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

۵۔ مولانا نواب علی حسن خاںؒ

۶۔ مولانا محمد ابوبکر شسث جون پوریؒ

۷۔ مولانا محمد بن یوسف سورتیؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۸۔ مولانا عبد القادر قصوریؒ

۹۔ مولانا حفیظ اللہ اعظمیؒ

۱۰۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

۱۱۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ

## سید صاحب کے تاثرات

### مولانا عبد الرحمان مبارکپوریؒ

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کی ساری زندگی درس و تدریس اور تصنیف میں بسر ہوئی۔ تصنیف میں تحفة الاحوذی شرح جامع ترمذی مع مقدمہ (عربی) ابکار المنن فی تنقید آثار السنن (عربی) اور تحقیق الکلام فی وجوب القراءة فاتحہ خلف الامام (اردو) جیسی بلند پایہ کی کتابیں لکھیں۔ ۱۳۵۳ھ میں مبارکپور میں انتقال کیا۔

علامہ سید سلیمان ندوی کی ان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ ایک دفعہ مولانا مبارکپوری سید صاحب سے ملنے اعظم گڑھ تشریف لے گئے۔ لیکن سید صاحب اس دن اعظم گڑھ میں نہیں تھے۔ جس کی وجہ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔

مولانا ابو علی اثری لکھتے ہیں :

> سید صاحب مولانا عبد الرحمان مبارکپوری کے فضل و کمال اور تبحر حدیث و رجال حدیث کے بہت معترف تھے۔ مصر و شام و حجاز کے جو علمی سیاح دارالمصنفین آتے تھے۔ تو سید صاحب صاحب الحدیث اور رجل الحدیث کہہ کر ان سے تعارف کراتے تھے۔ اور وہ یہاں سے ہو کر ان کی زیارت کے لئے مبارکپور ضرور جاتے تھے۔ ان کی شرح ترمذی شائع ہوئی تو خاص طور سے مبارکپور آدمی بھیج کر منگوائی۔ اس کے ایک عرصہ بعد اس کا فاضلانہ مقدمہ بھی الگ کتابی صورت میں شائع ہوا۔ تو اس کو بھی منگوایا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



(سید سلیمان ندوی ص ۲۰۳)

## مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری

مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ جن کی ذات پر علم کو ناز تھا۔ تدریس جن کے نام سے زندہ تھی۔ اساتذہ جن پر اس قدر نازاں کہ حضرت شیخ الکل فرمایا کرتا تھے:

میرے درس میں دو عبد اللہ آئے ہیں ایک عبد اللہ غزنوی
اور دوسرے عبد اللہ غازی پوری

ان کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ ان کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ صرف چند علمائے کرام کے نام پر اکتفا کرتا ہوں۔

مولانا محمد سعید بنارسی' مولانا عبد السلام مبارکپوری صاحب سیرۃ البخاری' مولانا عبدالرحمان مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی' مولانا محمد ابوبکر شیست جون پوری' مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی

مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری نے ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ بمطابق ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء کو لکھنؤ میں شائع کیا۔

مولانا سید سلیمان ندوی کہتے ہیں:

جناب مولانا عبد اللہ غازی پوری کا واقعہ وفات علماء کے طبقہ میں خاص حیثیت سے اثر انگیز ہے۔ مولانا اتباع سنت عبادت و تقویٰ' زہد و ورع' تبحر علم' وسعت نظر اور کتاب سنت کی تفسیر و تعبیر میں یگانہ عہد تھے۔ اپنی عمر کا بڑا حصہ علم دینیہ خصوصا کتاب مجید اور حدیث شریف کے درس و تدریس میں گزارا اور سینکڑوں طلباء ان کے فیض تربیت سے علماء بن کر نکلے۔ (معارف دسمبر ۱۹۱۸ء یاد رفتگان ص ۴۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## مولانا عبد السلام مبارکپوری

مولانا عبد السلام مبارکپوری نے علوم دینیہ کی تعلیم مولانا عبد الرحمان محدث مبارکپوری، مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری، مولانا قاضی محمد مچھلی شہری، علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی اور حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ فراغت تعلیم کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

تصانیف میں سیرۃ البخاری، کتاب التمدن اور تصوف کے نام سے ایک رسالہ ہے۔ ۱۸ رجب ۱۳۴۲ھ ر ۲۴ فروری ۱۹۲۴ء کو انتقال کیا۔

(تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۹۹)

مولانا ابو علی اثری لکھتے ہیں:

> ایک مرتبہ مولانا عبد السلام مبارکپوری دارالمصنفین تشریف لائے تو انہیں دیکھ کر سید صاحب باغ باغ ہو گئے اور بار بار یہ شعر پڑھا۔
>
> وہ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت ہے
> کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
>
> (سید سلیمان ندوی ص ۲۰۳)

## مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری

مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری ایک بلند پایہ عالم، سیرۃ نگار، محقق، مورخ اور خطیب و مقرر تھے اور ادیان باطلہ پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ علم کلام اور مناظرہ میں ملکہ حاصل تھا۔ ندوۃ العلماء کے دیرینہ رکن تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے اور گاہے بگاہے سید صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سے ملاقات کے لئے اعظم گڑھ تشریف لے جاتے تھے۔ ان کی تصانیف میں ان کی کتاب رحمۃ للعلمین بہت مشہور و معروف کتاب ہے اور برصغیر کے ممتاز اہل علم و قلم نے اس کتاب کی تعریف و توصیف کی ہے۔ ۱۹۳۰ء میں دوسری بار حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور واپسی میں جہاز میں انتقال کیا۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے قاضی صاحب کے انتقال پر معارف میں اپنے تاثرات لکھے۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

> وہ مشرقی فاضل جس کی موت پر ہم کو آج ماتم کرنا ہے وہ قاضی محمد سلیمان منصورپوری سابق جج پٹیالہ اور سیرت کی مشہور کتاب رحمۃ للعلمین کے مصنف ہیں۔ وہ علم و عمل، زہد و کمال اور فضل و ورع دونوں کے جامع تھے۔ روشن دل اور دماغ تھے۔ ان کے جدید و قدیم دونوں خیالات حد اعتدال پر تھے۔ عربی زبان اور علوم دینیہ کے متبحر عالم تھے۔ تورات و انجیل پر فاضلانہ و ناقدانہ نگاہ رکھتے تھے۔ غیر مسلموں سے مناظرے کرتے تھے مگر ان کے مناظرہ کا طرز سنجیدگی، متانت اور عالمانہ وقار کے ساتھ تھا۔ مسلکاً اہلحدیث تھے۔ مگر اماموں اور شہیدوں کی دل سے عزت اور ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی پوری قدر کرتے تھے۔

(معارف جولائی ۱۹۳۰ء یاد رفتگان ص ۱۰۶)

مخیر حضرات صدقہ و خیرات کرتے وقت عظیم دینی درس گاہ جامعہ سلفیہ کو مدنظر رکھیں۔ ادارہ

© rasailojaraid.com